

130

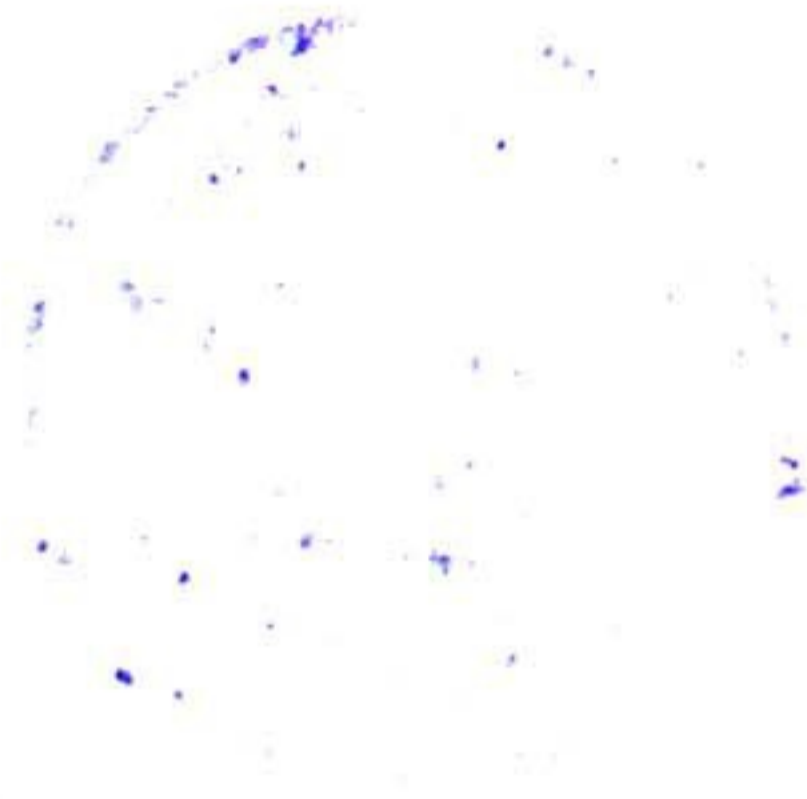
سید المرسلین

مصنف
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی



تک

947



سید المرسلین

سید المرسلین

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ترجمہ

عزیز ملک

اوربستان - لاہور

58676

بار اول —————
قیمت —————
ڈیڑھ روپے

۱۹۵۶ء

ناشر

ادبستان - لاہور

محمد رفیق ملک کے اہتمام سے انشا پرکس لاہور میں چھپ کر ادبستان لاہور سے شائع ہوئی

وہ داتا کے سب سے ختم الرسل مولائے کمال جس نے

غبارِ راہ کو بخشنا، فریغِ واومی سپینا

اقبال؟

ترتیب

	۹	مقدمہ (یوسف ظفر)	
۳۰	۱۶	تعارف (مہاجر عبدالعزیز پٹی اے ایم سی)	ایذا میں اور محاصرہ
۳۲	۲۰	سلسلہ نسب	معراج
۳۳	۲۱	ولاوت	ہجرت
۳۶	۲۲	رفعت	غزوات
۳۵	۲۳	ایام طفلی	حج
۳۸	۲۶	شباب	حلیہ اقدس
۴۰	۲۷	نکاح	اسمائے گرامی
۴۱	۲۸	بعثت نبوت	خلیق اعظم

۴۸	۴۹	قاصد	معمولات
۷۱	۵۳	محررین	ملیوسات
۷۲	۵۶	مقربین خاص	خوش طبعی
۷۳	۵۸	عشره مبشره	ازواج مطہرات
۷۴	۶۱	اموال و مواشی	اولاد
۷۷	۶۴	مختصیاء و آلات	دیگر قرابت دار
۸۰	۶۵	ترکہ	کنیز کیں
۸۳	۶۶	معجزات نبوی	خدام
۹۳	۶۷	وصال مبارک	چوکسیدار

مصطفیٰ پر سماں خوشیوں کا کہ دیں ہمہ اوست
اگر ہاؤنر سیدی تمام بولہبی ست

اقبال

مشرقی فضاؤں پر بطلانوی سامراج کا پرچم لہرایا، تو اُس کے سامنے ہیں
وہ نادیت کے عفریت ہرانے لگے، جن کے رقص میں کھو کر دینِ قیم کے متوالوں نے
متارِ ایمان چھوڑ دی اور مغربیت کے بتوں کو خدا مان کر پوجنے لگ گئے۔ ۱۸۵۷ء
کی آویزش کے بعد معاشی اور جماعتی افراتفری کا شکار ہونے والے مسلمانوں
کو اپنی خمیریت اسی میں نظر آئی کہ وہ مغربی تمدن کی چکا چونڈ میں گم ہو جائیں۔
اپنی میراثِ ایمان سے کنارہ کر لیں۔ اور یوں نہ صرف "حاکمیت کے بتِ سنگینوں
وہ آئینہ رو" کو رام کر لیں بلکہ شریعتِ اسلامیہ کی آزمائشوں سے بھی نجات پا جائیں
چنانچہ آج جب سرزمینِ پاک میں "آئینِ اسلامیہ زندہ باد" کی صدا میں بلند ہو

یہ بھی ہیں۔ وقت کا ہمہ گیر تقاضہ یہ ہے کہ ہم سچے دل سے مسلمان بن جائیں۔ ایک
 بار پھر کعبہ دل کے اُن بتوں کو چکنا چور کر دیں، جنہیں ہم نے انگریز کی خوشنودی
 کے لئے خانہ دل میں بسا لیا تھا۔ اسوہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعاعاً
 بنائیں! اور اس دنیا کو جس کی دو عالمگیر جنگوں کی ہلاکت خیز ریوں کو ہم نے چشم خود
 دیکھا ہے، پھر اُس سلامتی کی آغوش میں لائیں، جس کا دعویٰ اسلام نے آج سے
 پونے چودہ سو برس پہلے کیا تھا۔۔۔۔۔ دنیا کا کوئی مسلمان اس حقیقت سے
 انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ہمارا ملی موقف ہے۔ جماعتی اعتبار سے اسلامیانِ عالم پر
 یہ فرض منصبی عائد ہوتا ہے کہ وہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان بن کر ایٹم بموں کے اس
 دوزخ کو محبت و ایمان کی نفیری سے امن و امان کا گوارا بنا دیں۔۔۔۔۔ اس
 فرض کو پورا کرنے کے لئے ہمیں اس شاہراہ پر یک سوئی اور ارادت کے ساتھ
 چلنا ہوگا، جسے ہمارے ہادی برحق رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، حمیرا لوری جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا اور جس میں ہمارے لئے فلاح
 دارین ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد یہ امر واضح ہے کہ ہمیں ایک بار
 پھر دامنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا متا ہوگا۔ مکارمِ اخلاق کے لئے اپنی
 کالب و لہجہ اختیار کرنا ہوگا۔ اپنی کے نقوشِ قدم دیکھ دیکھ کر چلنا ہوگا۔ زندگی

کو اسی سانچے میں ڈھالنا ہوگا، جسے انٹرنیشنل نے ہمارے لئے تیار کیا تھا۔
 یہ حقیقت اگر سمجھ میں آگئی، تو اس مختصر سی کتاب کو افادیت
 بدیہی ہو جائے گی۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم نے انگریزوں کی غلامی میں اسلام سے روگردانی
 اور اصل اسلام سے پہلو تہی کرنے کا درس حاصل کیا۔ سوال یہ ہے کہ انگریزوں کو
 ہمارے ایمانوں میں رخنے ڈالنے سے کیا حاصل ہوا؟ اس سوال کے لیے تو بے
 شمار جواب ہو سکتے ہیں لیکن میں وہی پر اکتفا کروں گا۔ اول یہ کہ انگریز حکمران
 اُس وقت تک ہندوستان میں اپنے راج کو مستحکم نہیں کر سکتے تھے جب
 تک اُن کے پیش رو حکمرانوں یعنی مسلمانوں کا شیرازہ پوری طرح منتشر نہ ہوتا۔
 چنانچہ انہوں نے ہزاروں جیلوں سے یہ اہم فرض انجام دیا۔

دوسرے یہ کہ مسلمان روزِ اول ہی سے عیسائیت کا مد مقابل ہے۔ اُس
 مٹانے کے لئے صلیبی جنگیں اڑی گئیں۔ یورپ کا بچہ بچہ سرزمین بیت المقدس
 کی طرف بڑھا لیکن ناکامی کی صورت میں وہ عم و غم لے کر لوٹا، جو آج تک ہر
 عیسائی کے رگ و ریشہ میں زہر بن کر دوڑ رہا ہے۔ اسی بہمیت نے انگریزوں کو
 ہندوستان کے مسلمانوں سے نفرت کرنا سکھائی۔ اسی کی بدولت اُس نے

تقسیم برصغیر کے وقت مسلمانوں کو دھوکا دیا اور اسی زہر سے متاثر ہو کر ہم آج بھی اُن بے شمار الجھنوں کے شکار ہیں جن سے مسلمان ہوتے ہوئے ہمیں دُور کا واسطہ بھی نہیں ہونا چاہئے تھا۔۔۔۔۔ الحمد للہ کہ دوسو سال کے نفرت و حقارت کے یزیج ہمارے ملک میں اس قدر بار آور نہیں ہوئے کہ ہم دوبارہ اُٹھنے کے قابل ہی نہ ہو سکتے۔ اس کے لئے وہ مردانِ حرد مہار ہیں جنہوں نے کبھی ٹیپو سلطان کی صورت اختیار کی اور کبھی اُن علمائے دین کی جنہوں نے اپنی جانوں سے کھیل کر اسلام کا چراغ روشن رکھا۔ میری مراد سید احمد شہید بریلوی اور دوسرے بزرگانِ عظام سے ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہی وہ زہر ہے جس نے ازمنہ و سطنی سے آج تک اروپائی مورخین کی آنکھوں پر تعصب کی وہ پٹی باندھے رکھی کہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ گذشتہ ایک ہزار سال کے عرصہ میں یورپ نے اسلامی فکر کے چراغوں سے اپنے چراغ جلائے۔ کہیں انقلاب فرانس کے لئے انوث و مساوات کے نعرے اسلام سے مستعار لئے گئے، کہیں کمیونزم کی اساس اسلام کے مسجدی نظام پر استوار کی گئی، کہیں تثلیث کے پجاریوں نے

پاپائیت کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے لوٹھر (LUTHER) اور کالون
 (CALVIN) کی قیادت میں اسلامی تعلیمات کو عیسائیت کا جامہ پہنایا۔ اور
 یوں آج علی طور پر یورپ حقیقت اسلام سے اسی قدر قریب تر ہو کر صدائے
 کردار و گفتار کا غامی بن چکا ہے جس قدر برائے نام مسلمان فرزند ان اسلام
 ہیں کہ ہمارے پاس نام کو اسلام ہے اور عیسائیت کے پاس نام کو عیسائیت
 اسلام کی بیش تر قدریں عیسائیت کے لبادے میں چھپی ہوئی ہیں اور وحدانیت
 کا پرستار مسلمان رہبانیت کے چلتے ہوئے نول میں گرفتار ہے۔ تاہم عیسائی
 دنیا اسلام کی اس خوشہ چینی کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس کے پاس
 بے شمار مادی اور اقتصادی وسائل ہیں جن سے برتری حاصل کرنے کے بعد
 وہ ہیں اور ہمارے دعووں کو پرکھنے کی وقعت بھی نہیں دیتی۔ اس سے نجات
 کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم حقیقی اسلام کو سمجھیں، افروغات کی جنگ سے نکلیں
 اخوت و مساوات، حق و صداقت اور دوسرے اسلامی نظریات کی تائید
 پہنچیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر دنیا کے لئے پیارے لوہے بن جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس
 کے لئے ہمیں اسوۂ رسول مقبولؐ کو اپنا شعار بنانا ہو گا۔ اور اسی صورت میں دنیا
 ایک پرچم کے نیچے آسکتی ہے۔ وہ پرچم جسے حضور سرورِ دو عالم نے لہرایا تھا۔

بہر کیف اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ شاعر مشرق کی طرح ہم
 بھی اپنے موجودہ عوارض اور ملی پریشانیوں کا علاج اسی میں پاتے ہیں کہ "مصطفیٰ
 برسوں خوشی را" کی دعوت پر عمل کریں اور دنیا کے لئے انسانیتِ عظمیٰ کا
 نمونہ بن جائیں۔

حضرت ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی مقصد کے لئے اس مختصر سے سالہ
 کو عربی سے ترجمہ کیا تھا۔ آج جب ہم انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی بھری
 ہوئی دولت کو سمیٹ رہے ہیں پھر شجر اسلام کے سائے میں آرہے ہیں اس
 رسالہ کی ضرورت و اہمیت بیش از بیش نظر آنے لگی ہے۔ میرے مکرم جناب
 عزیز ملک ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اسے اردو میں منتقل کر
 کے ہم تک پہنچایا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اپنے معاشرے کو اس کی روشنی
 میں بدلیں۔ اور اپنے مستقبل، اپنے بچوں کی تعمیر کو اس پر استوار کریں۔

"تاریخِ عالم میں یقیناً کوئی شخصیت اس قدر ہمہ گیر نہیں جس کی تاریخ
 حیات اس قدر شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہو، جس قدر آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی سوانح حیات لیکن میرے خیال میں "سید المرسلین" کے اختصار میں
 وہ اجمال ہے جو بڑی بڑی تصانیف میں نہیں ملتا۔

میری دعا ہے کہ یہ رسالہ وہ مقاصد پورے کرے جن کے لئے اسے
نُٹایا گیا جا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جناب عزیز ملک کو اس کی جزائے خیر دے
انہوں نے جس سلاست و خوبی کے ساتھ یہ ترجمہ کیا ہے، وہ محتاجِ تبصرہ
نہیں۔ یہ کام انہی کا تھا اور انہوں نے بدرجہ اتم اسے سرانجام دیا ہے۔

۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء

یوسف ظفر

ہارڈنگ روڈ۔ راولپنڈی۔

تعارف

آج سے کوئی ڈھائی سو سال پیشتر دہلی سے علم و ادب کی ایک دل کشا
موج اٹھی تھی جس نے ذوقِ سلیم کے دامن کو ایسے ایسے گراں بہا موتیوں سے
بھرو دیا کہ ان کی جلا اور ضیاء سے لاکھوں تاریک دل جگمگا اٹھے۔ دریائے وجود
کی اس موج کا نام عارف باللہ شاہ ولی اللہ تھا۔ جس کی قسمت میں مجتہدِ وقت
ہونا لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی پیدائش ۳ شوال ۱۱۲۲ھ چہار شنبہ کے دن
طلوعِ آفتاب کے وقت ہوئی۔ ابتدائی دہسی کتب اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم
سے پڑھیں۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ عربی صرف و نحو پر اتنا عبور

حاصل تھا کہ دس سال کی عمر میں علمائے زمانہ آپ سے مسائل صرفیہ و نحویہ میں
میں گفتگو کرتے وقت جھجکتے تھے۔

پندرہویں سال میں اپنے والد بزرگوار سے بیعت کی اور اعمالِ تصوف
بالخصوص وظائفِ نقشبندیہ میں مشغول ہو گئے۔ انہی دنوں آپ کے والد ماجد
نے ایک مبارک تقریب منعقد کی جس میں بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ اس مجلس
میں آپ کی رسم دستار بندی ادا کی گئی۔ سلوک اور تصوف کے وسیلے کی اجازت
دی گئی۔

والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے مدرسہ رحیمیہ میں درس دینا شروع
کیا جس کا سلسلہ پورے بارہ سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد آپ حریمِ شریفین
کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ ۱۱۴۳ھ کا پورا سال آپ نے مکہ معظمہ اور
مدینہ منورہ کی زیارت میں گزارا۔ شیخ ابو ظاہر قدس سرہ سے علمِ حدیث حاصل
کیا۔ اس کے بعد شیخ و فدا اللہ سے سندِ حدیث بھی حاصل کی۔ ۱۱۴۵ھ کو آپ دہلی
واپس تشریف لائے اور علمِ حدیث کی اشاعت میں پہلے سے زیادہ کوشش
شروع کر دی۔ جس کی وجہ سے دہلی پھر سے علومِ حدیث و تفسیر کا مخزن اور حنفی فقہ
کا سرچشمہ بن گئی۔

۱۹۶۷ء کو ۶۳ برس کی عمر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ پرنی
دہلی میں دشمن ہوئے۔ تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکلتی ہے۔

او بود امام اعظم دین

”سید المرسلین“ آپ کی فارسی تالیف سرور المحزون کا اردو ترجمہ
ہے جس کو پاکستان کے نامور ادیب عزیز ملک نے کیا ہے۔ میں اگرچہ ادیب نہیں
مگر اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے یا ایک بہت بڑی اسلامی تاریخی کتب کی
لاٹریری کا مالک ہونے کی حیثیت سے، ان کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی کہ اس
ترجمے پر تعارف لکھوں۔

عرصہ چھ سال سے میں عزیز ملک کے مضامین مختلف رسائل اور اخبارات
میں پڑھتا رہا ہوں، مگر صحیح قدر و منزلت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب کہ
”صدق“ لکھنؤ میں مولانا عبدالماجد صاحب دریا ہادی نے آپ کے ایک تاریخی
مضمون خواجہ معین الدین چشتی پر تبصرہ کرتے ہوئے زبان اور بیان کی تعریف
کی تھی۔ آپ کے اسلوب میں مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شیرینی اور مولانا ظفر علی
خان ایسا دلکش رنگِ تحریر پایا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قدرت کا ایک
عظیہ ہے جس سے وہ اپنے خاص بندوں ہی کو نوازا کرتی ہے۔

اردو میں اس کتاب کے دو ترجمے پہلے بھی میری نظر سے گذرے ہیں، مگر
ایسے ناقص کہ ان میں اصل کتاب کی روح باقی نہیں۔
آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ عزیز ملک کی کوششوں کو بار
آور کرے اور اس ترجمہ کو ملک و ملت کے لئے مفید بنائے۔ آمین!

میجر عبد العزیز

مورخہ:- ۲۲ فروری ۱۹۵۶ء

پٹی ہائے ایلم ہسی۔

راولپنڈی

آبروئے ماز نام مصطفیٰ

سلسلہ نسب

ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب
بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن
مدرکتہ بن ابیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔۔۔۔۔ یہاں تک
شجرہ نسب میں سب مورخین متفق ہیں لیکن عدنان سے لے کر حضرت آدم تک
روایتوں میں اختلاف ہے۔

آنحضرت کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہؓ ہے۔ (آمنہ بنت وہب)

بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ)

ولادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منقحہ طور پر دو شنبہ کا دن
اور ربیع الاول کی نو تاریخ ہے۔ (مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۵۷ء)
واقعہ فیصل بھی اسی سال ہوا تھا۔

شب ولادت کا اہم ترین واقعہ ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور
اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ فارس کا آتش کدہ کہ ایک ہزار برس سے روشن
تھا، یکا یک سرد ہو گیا اور چشمہ سا وہ بھی خشک ہو گیا۔

رضاعت

آنحضرتؐ کو حلیمہ بنت ابی ذویب نے دودھ پلایا۔ انہی کے وطن
میں آنحضرتؐ کے سینہ اقدس کو شکاف دے کر دانش و نور سے بھرا گیا۔
خوش بخت حلیمہؓ کے علاوہ ابی لہب کی کنیز ثویبہ نے بھی آنحضرتؐ کو دودھ
پلایا۔

لے سب سے پہلے آپؐ کو والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد ثویبہ
کے حصے میں یہ سعادت آئی۔ اسی خوشی میں ابو طالب نے ثویبہ کو آزاد کر لیا
ثویبہ کے بعد آپؐ حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کئے گئے۔ (صحیح بخاری، میرت ابن ہشام)

ام ایمن حبشیہ کے نصیب میں آنحضرتؐ کو دکھلانے کی سعادت آئی
یہ آنحضرتؐ کے والد ماجد کی کنیز تھیں اور انہیں بعد میں آپؐ نے آزاد کر
کے زید بن حارث سے بیاہ دیا تھا۔

آنحضرتؐ کی ولادت سے پہلے ہی آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ
کا وصال ہو گیا تھا۔ لیکن بعض روایتوں میں کہا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ کے
انتقال کے وقت آنحضرتؐ کی عمر دو ماہ، سات ماہ یا آٹھ ماہ کی تھی۔

ایام طفلی

آنحضرتؐ چار برس کے ہوں گے، جب والدہ ماجدہ بھی رحلت فرما گئیں
اب آپ کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ ابھی عمر اقدس آٹھ
برس دو ماہ اور دس دن کی ہوئی تھی کہ دادا جان کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اور
پرورش کا بار آپ کے چچا ابوطالب نے اٹھایا۔

لے حضرت آمنہؓ کا انتقال مقام ابوا میں ہوا، جب کہ وہ آپ کو ساتھ لے کر
ام ایمن کے ہمراہ مدینہ سے مکہ مکرمہ واپس جا رہی تھیں۔ طبری اور ابن ہشام
کی تحقیق کے مطابق اس وقت آپ کی عمر چھ برس کی تھی۔

جب عمر اقدس بارہ برس دو ماہ اور دس دن کی ہوئی تو اپنے چچا ابوطالب
 کے ساتھ ارضِ شام کی طرف تشریف لے گئے۔ جب بصری کے شہر میں پہنچے، تو
 آپ کو بحیرا نامی ایک راہب نے دیکھا اور اپنی مذہبی کتابوں میں لکھی ہوئی
 علامتوں سے پہچان گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مرسل اور نبی ہیں۔ پھر وہ آنحضرتؐ
 کی خدمت میں آیا اور دست مبارک تقام کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا
 والوں کے لئے رحمتِ ابدی بنا کر بھیجا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جب سے آپ
 تشریف لائے ہیں، کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں جو سجدہ میں گر نہ گیا ہو۔ اشجر
 و حجر پیغمبرِ برحق کے سوا کسی کے سامنے سجدہ نہیں کرتے ہیں۔ میں نے اپنی مذہبی
 کتابوں میں آپ کی تو عیض بھی پڑھی ہے۔ پھر آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب کو کہا کہ
 آنحضرتؐ کو شام کے ملک میں نہ لے جائیں۔ مبادا یہودی آپ کو پہچان لیں اور
 قتل کے درپے ہو جائیں۔ ابوطالب نے اس مشورہ پر عمل کیا اور آنحضرتؐ کو
 مکہ واپس لے آئے۔

شباب

اس واقعہ کے بعد آنحضرتؐ دوسری مرتبہ جناب خدیجہؓ کے تجارتی مال کی فروخت کے سلسلہ میں میسرہ غلام کی معیت میں عازم شام ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص صومعہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ سچے نبیؐ کے سوا کبھی کوئی انسان اس درخت کے نیچے نہیں بیٹھا۔

میسرہ رادی ہے کہ دوپہر کے وقت جب آفتاب کی تمازت بڑھی، تو آنحضرتؐ پر غیبی سایہ پورا ہوا تھا۔

نکاح

اس سفر سے واپسی پر آنحضرتؐ نے خدیجہ بنت خویلد سے نکاح فرمایا
اُس وقت آپؐ کی عمر ۲۵ سال دو ماہ اور دس دن کی تھی۔
پینتیس برس کی عمر میں کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حصہ لیا اور حجر اسود کو اپنے دست
مبارک سے نصب فرمایا۔

بعث نبوت

جب عمر اقدس چالیس برس سے ایک دن اوپر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نذیر و بشیر بنایا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ جبریل علیہ السلام غارِ حرا میں نازل ہوئے اور کہا "اقراء" یعنی پڑھیے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، میں خواندہ نہیں ہوں۔

اس پر جبریلؑ نے آپ کو اس زور سے لپٹا لیا کہ کلفت محسوس ہونے لگی۔ پھر آپ کو چھوڑ کر وہی جملہ دہرایا۔

آنحضرتؐ نے حسب سابق جواب دیا۔

چنانچہ جبریلؑ نے دوبارہ آپ کو لپٹا لیا اور تیسری مرتبہ پھر کہا۔

”اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ—

—تَا قَوْلُهُ مَا لَمْ يَعْلَمْ—!

نبوت کی ابتداء بقول بعض ۸ ماہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ہوئی۔

ایذا میں اور محاصرہ

اب آنحضرتؐ نے قوم کو پیغامِ حق سنانا شروع کیا اور لوگوں کی بہبودی کے لئے کسی بات سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ لیکن اہل مکہ نے نہایت کم عقلی کا مظاہرہ کیا اور آپؐ کو ایذا میں دینے لگے۔ حتیٰ کہ شعب کے مقام پر اہل بیعت سمیت آپؐ کا محاصرہ کر لیا۔

اس محاصرہ میں آنحضرتؐ تین سال سے کچھ کم مدت تک رہے۔

رفع محاصرہ کے وقت آپؐ کی عمر اسی چالیس برس کی تھی۔

اس واقعہ کے اٹھ برس اور اکیس دن کے بعد ابو طالب اس دنیا سے

رخصت ہوئے تھے اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی

رحلت فرما گئیں۔

جب آنحضرتؐ کی عمر اقدس پچاس برس اور تین ماہ کی ہوئی، تو نصیبین کے حق اسلام لانے کی غرض سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

معراج

اکیاون برس اور نو ماہ کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو معراج سے
مشرف فرمایا۔ پہلے آپؐ کو آب زمزم اور مقام ابراہیم سے اٹھا کر بیت المقدس
لے جایا گیا۔

وہاں سے براق پر سوار ہو کر آنحضرتؐ آسمانوں پر تشریف لے گئے
نماز پنجگانہ اسی وقت فرض ہوئی تھی۔

ہجرت

تیرپن برس کی عمر میں ۸ ربیع الاول دو شنبہ کے دن آنحضرتؐ نے
مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ مدینہ میں بھی دو شنبہ کے دن ہی داخل
ہوئے۔

یہاں آنحضرتؐ نے پورے دس برس قیام فرمایا۔

غزوات

اس دوران میں آنحضرتؐ نے کم و بیش ۲۵ یا بروایت دیگر ۲۶ لڑائیوں میں حصہ لیا۔ غزوہ بدر، احد، خندق، بنی قریظہ، بنی المصطلق، خیبر اور طائف مشہور غزوات ہیں۔ وادی القریٰ، غابہ بنی نظیر میں بھی لڑائیاں ہوئیں اس کے علاوہ قریباً پچاس ایسی جنگوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جہاں آنحضرتؐ نے لشکر بھیجا، لیکن خود شریک نہیں ہوئے۔

حج

آنحضرتؐ نے فرض ہونے کے بعد ایک مرتبہ اور اس سے پہلے دو بار حج کیا تھا۔

حجۃ الوداع کے لئے شنبہ کے دن باہون میں کنگھی کرنے، بدن پر خوشبو وغیرہ ملنے کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے اور ہذی الحنیفہ میں رات بھر قیام فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میرے رب کا پیامی آیا ہے اور مجھے کہا ہے کہ اس مبارک وادی میں نماز گزارینے اور عمرہ و حج دونوں کی نیت کیجئے۔ (اس کو فقہ میں قرآن کہتے ہیں)

چنانچہ آنحضرتؐ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔ یک شنبہ

کے دن صبح کے وقت کوہِ کدّار کی جانب سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور طوافِ
 قدوم کیا۔ اس طواف میں تین مرتبہ تیز تیز اور چار دفعہ آہستہ آہستہ چلے۔ بعد
 ازاں سوادِ ہو کر وادیِ صفا کے وسط میں پہنچے اور اُن صحابہ کو جو قربانی ساتھ
 نہ لائے تھے، حکم فرمایا کہ حج کی نیت فسخ کر کے عمرہ کا قیام کریں۔ پھر حجوں کی
 پہاڑی سے بیچے تشریف لے گئے۔

ماہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو ترویہ کے دن وادیِ منیٰ کی طرف
 منتوجہ ہوئے۔ وہاں پر نمازِ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا کی۔ اور رات بھر
 وہیں قیام رکھا۔ نمازِ فجر پڑھ کر طلوعِ آفتاب کے وقت عرفہ کی طرف روانہ
 ہو گئے۔

عرفہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی آپ کے لئے..... خیمہ نصب کر
 دیا گیا تھا۔ جہاں آپ تشریف فرما ہوئے حتیٰ کہ سورج ڈھلنے کا وقت آیا۔
 اسی وقت خطبہ ارشاد فرمایا اور پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ
 نمازِ ظہر اور عصر جمع کر کے باجماعت پڑھی۔
 پھر جبلِ الرحمۃ پہنچے۔ وہاں غروبِ آفتاب تک برابر دُعا و تمہیل کہتے
 رہے۔ پھر مزدلفہ میں رات بسر کی۔

یہاں سے صبح کی نماز کے بعد روانہ ہوئے اور مشعر الحرام کے مقام پر طلوعِ سحر تک قیام کر کے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حمرۃ العقبہ میں سات کنکریاں پھینکیں۔ ایام تشریق میں تینوں حجروں تک پیدل تشریف لے جا کر کنکریاں پھینکتے رہے۔ حیف کے سامنے والے حجرہ سے کنکریاں مارنے کی ابتداء کی۔ (حیف نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔ اور یہاں وہ جگہ مراد ہے جہاں مسجد منیٰ واقع ہے) پہلے اور دوسرے حجرہ کے نزدیک طویل دعا میں پڑھیں۔ عید الفصحی کے دن قربانی فرمائی اور حریم کعبہ میں تشریف لے گئے اور سات مرتبہ طوافِ زیارت کیا۔ پھر سقابہ کی طرف آئے۔ سقابہ وہ جگہ ہے، جہاں زمزم کا پانی جمع کیا جاتا ہے۔ یہاں پانی نوش فرما کر منیٰ کی طرف رجوع فرمایا۔ ایام تشریق کے تیسرے دن روانہ ہوئے اور معصب میں جا کر قیام فرمایا۔ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ کو احرام کھولنے اور عمرہ تمام کرنے کے لئے فرمایا۔ پھر طوافِ وداع کرنے کے بعد شکر کو مدینے کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ آنحضرتؐ نے عمرہ چار مرتبہ ادا کیا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ چاروں مرتبہ مہینہ ذیقعد کا تھا۔

حلیہ اقدس

آنحضرتؐ میانہ قد تھے۔

رنگ سرخ و سفید تھا۔

سینہ فراخ تھا۔

سر کے بال کان کی لوتک پہنچتے تھے۔

بالوں پر سفیدی نہ آئی تھی۔

سراوردار ہی میں صرف بیس بال سفید ہوئے تھے اور ان میں چمک

موجود تھی۔

روئے مبارک چودھویں کے چاند کی طرح دکلتا تھا۔

بدن اعتدال پر تھا۔

اگر خاموش ہوتے، تو ہیبت و بزرگی ظاہر ہوتی۔

اگر سخن فرماتے، تو لطف و ناز کی ٹپکتی۔

دور سے دیکھنے والا جمال و نزاکت محسوس کرتا۔

قریب سے زیارت کرتا، تو شیرینی و ملاحظت پاتا۔

آپ بہت شیریں گفتار تھے۔

ابر و دراز بار یک اور غیر ہیوستہ تھے۔

ناک بلند، رخسار سے نرم، دہن کشادہ، دانت چمک دار اور فراخ تھے

دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگتی۔

ایک ثنا خواں نے کیا خوب کہا ہے کہ

"میں نے نہیں دیکھا، حضورؐ سے پہلے

نہ حضورؐ کے بعد، حضورؐ جیسا۔"

اسمائے کرامی

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا نام محمدؐ ہے اور احمدؐ اور ماجیؐ کہ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو نابود کرتا ہے۔ اور حاشرؑ کہ حشر کے دن سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور عاقبؑ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

ایک اور روایت میں مقفیؑ، نبی التوبہؑ، نبی الرحمةؑ اور نبی الملحمةؑ نام بھی آئے ہیں۔ آیات قرآنی میں خدائے دو جہاں نے اپنے پاک حبیبؐ کو بشیرؑ نذیرؑ، رحیمؑ، رحمة العالمینؑ، محمدؑ، احمدؑ، ظہر البینینؑ، منزلؑ، مدثرؑ، عبد اللہؑ اور منذرؑ وغیرہ ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ناموں کا ذکر آیا ہے۔ لیکن یہ سب کے سب حضورؐ کے اسمائے صفاتی ہیں۔

خلیق اعظم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابِ عالیہ سے متعلق ایک استفسار کے جواب میں فرمایا کہ خلیق اعظم آپ کا قرآن کی تفسیر تھا۔

آپ کی خوشی اور غصہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ اپنی ذات کے لئے ناراض نہ ہوتے اور نہ کبھی کسی کو سزا سنس کرتے۔ لیکن احکامِ باری تعالیٰ سے نافرمانی کرنے والوں سے ضرور بانہ پُرس کرتے۔ اور جب کبھی ایسا ہوتا، تو آپ کے غصہ کی تاب کوئی نہ لاسکتا تھا۔

آنحضرتؐ شجاع ترین، بے حد سخی اور کریم انسان تھے۔ ایسا کبھی نہ ہوا

کہ کسی نے کوئی چیز مانگی ہو اور آپ نے دینے سے انکار کر دیا ہو۔ درہم و دینار
گھر میں نہ رہنے دیتے تھے۔ اگر بہ فرض مجال رہ جاتا، تو جب تک اُسے مستحق
لوگوں کو دے کر بری الذمہ نہ ہو جاتے، گھر میں تشریف نہ لاتے۔

بیت المال سے اپنے اور اہل بیت کی ایک سالہ ضروریات کے لئے
انہوں نے تیس چلنی یعنی کھجور اور جو وغیرہ لے لیا کرتے۔ پھر اس میں سے بھی اتنی
نیابت فرماتے کہ سال گزرنے سے پیشتر ہی یہ ذخیرہ ختم ہو جاتا۔
آنحضرتؐ کی گفتگو سر اسر صدق و صفا کا آئینہ ہوتی تھی۔
ایفائے وعدہ کا ہر حالت میں خیال رکھتے۔

بندگانِ خدا کو نیکی کا درس دیتے۔

بیگانوں اور یگانوں سے نرمی برتتے۔

حلم اور بردباری آپؐ کی طبیعت کے خاص اوصاف تھے۔
نظر ہمیشہ سوئے زمین رکھتے تھے۔ آسمانوں کی طرف کم دیکھتے۔ اکثر
آپؐ کا دیکھنا گوشہ چشم سے ہوا کرتا تھا۔

متواضع اس قدر تھے کہ امیر و غریب، غلام و آزاد کسی کی دعوت رد

نہ فرماتے۔

مخلوقِ خدا پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ بی کو دودھ پلاتے ہوئے اس کے سیر ہو جانے تک برتن اس کے آگے بڑھاتے نہ کھنٹے۔
 آپ کی ذات اس قدر پاکیزہ تھی کہ لذاتِ دنیویہ کبھی آپ کو مغلوب نہ کر سکیں۔

اپنے احباب کی عزت کرتے۔ مجلس میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ خدمت میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی اور جگہ تنگ ہو جاتی، تو اپنے پاؤں سمیٹ کر جگہ فراخ فرما دیا کرتے۔ آنحضرتؐ کا زانو اہل دربار کے کسی فرد کے زانو سے آگے نکلنا ہونا تھا۔

اگر کوئی آنحضرتؐ کو ناگاہ دیکھ پاتا، تو سبیت زدہ ہو جاتا۔ لیکن یہاں رسالت میں محبت کی فراوانی حیرت ناک طور پر محسوس کرتا۔

دربارِ اقدس میں صحابہ کرامؓ کا ہر وقت جھگڑا رہتا۔ سنا رہے تھے کہ گریہ ماہ جمع رہتے تھے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو صحابہ کرامؓ خاموشی سے سنتے اور قطع کلام کی ہرگز جرات نہ کرتے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں کمالِ عجلت سے کام لیتے۔

آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی سے ملتے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا

اُسے سلام علیک کہنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ احباب سے ملاقات کے وقت اُجلا
لباس پہننے کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

اپنے جائیدادوں کے حالات سے ہر لحاظ باخبر رہتے۔ اگر کوئی عیب ہوتا
تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ اگر کوئی سفر میں گیا ہوتا، تو اس کے
لئے دعائے خیر فرماتے۔ انتقال کر جانے والوں کے حق میں انا للہ کہتے اور
معصرت کی دعا فرماتے۔

آزادہ دلوں کی دل جوئی کرتے۔ دلاسا دیتے۔ احباب کے باغات
میں تشریف لے جاتے اور ان کی ضیافتوں میں شریک ہوتے۔
علماء کی قدر فرماتے۔

سب سے بخندہ پیشانی ملتے۔

عذرخواہ کا عذر قبول کر لیتے۔

توانا اور ناتواں سے یکساں عدل فرماتے۔

پاسِ ادب کی نیت سے عقب میں چلنے والوں کو اپنے ساتھ ساتھ
چلنے کے لئے کہتے۔ ہنگام سفر اگر خود سوار ہوتے، تو ہمراہی کو بھی سوار کر
لیتے اور پیدل نہ چلنے دیتے۔ اگر وہ سوار ہونے میں تامل کا اظہار کرتا، تو

فرماتے کہ میری رفاقت ترک کر اور تجھے جہاں جانا ہے چلا جا۔

اپنے خادموں سے مروت کا سلوک فرماتے۔

غلاموں کے لباس اور خوراک میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا امتیاز روانہ رکھتے۔

انس فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک سفر و حضر میں آنحضرتؐ کی خدمت گزار رہی کی، لیکن میری خدمت کے مقابلہ میں آنحضرتؐ کی شفقت پر جہاں زیادہ ہوتی تھی۔ اس تمام تر عرصہ میں اُف کا ناخوش کلمہ آنحضرتؐ کی زبان سے کبھی نہیں نکلا۔ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر باز پرس نہیں کی۔

ایک سفر کا واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو گوشت پکانے کا حکم دیا۔

ایک صحابی بولے کہ بکرے کو ذبح میں کروں گا۔ دوسرے نے بکرے کی کھال

اتارنے کا ذمہ لیا۔ تیسرے نے پکانے کی اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا

”جنگل سے لکڑیاں ہم لائیں گے“ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمارے

ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ہم سب انتظام خود کریں گے، آپ کیوں تکلیف

فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم پر اپنی

فوقیت جتاؤں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ خصالت بہت مکروہ ہے چنانچہ

آپ اسی وقت تشریف لے گئے اور جنگل سے لکڑیاں جمع کر لائے۔

ایک اور سفر کے دوران میں آنحضرتؐ اونٹ پر سوار تھے۔ نماز کا وقت آیا اونٹ سے اترے اور نماز پڑھی۔ جب پھر سوار ہونے لگے، تو صحابہ کرامؓ آپ کو سوار کرانے میں مدد دینے کے لئے آگے بڑھے۔ فرمایا، رہنے دو، تردد کی ضرورت نہیں۔ تم میں سے کسی کو بھی دوسرے سے ہرگز مدد طلب نہ کرنی چاہئے، خواہ وہ مسواک کے ٹکڑے کا سوال ہی کیوں نہ ہو۔

آنحضرتؐ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ذکر الہی میں مصروف رہتے۔

مجلس میں جہاں جگہ ملتی تشریف فرما ہو جاتے اور صدہ نشینی کا خیال بھی دل میں نہ لاتے۔ اور تمام مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت فرماتے۔ ہر صحابی سے کچھ اس طرح پیش آتے کہ وہ یہ سمجھتا، بس حضورؐ کی نظر میں وہی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ یہ بھتی کہ سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ جب تک کوئی شخص خود بخود اٹھ کر نہ چلا جاتا، آنحضرتؐ بھی بیٹھے رہتے۔ اگر کوئی ضرورت پیش آجاتی، تو معذرت فرما کر تشریف لے جاتے۔

آپؐ نے کبھی کسی کی دل شکنی نہیں فرمائی۔ اگر نادانستہ طور پر کسی سے کوئی بے ادبی سرزد ہو جاتی، تو معاف فرما دیتے اور وہ گزر کرتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ فقیروں کو دوست رکھتے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کو

پسند فرماتے۔ کوئی نادار مسلمان انتقال کر جاتا، تو اس کے جنازے میں
شریک ہوتے۔ کسی فقیر کو اس کی مسکینی کے باعث حقیر نہ گردانتے اور نہ
کسی بادشاہ کی امارت و شوکت سے مرعوب ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گراں بہا سمجھتے۔

کسی خوراک سے نفرت نہ کرتے۔ اگر رغبت ہوتی کھا لیتے، ورنہ
ترک کر دیتے۔

پڑوس میں بسنے والوں کا خیال رکھتے۔ مہمانوں کی تواضع میں کوئی
دقیقہ فرودگذاشت نہ کرتے۔

چہرہ اقدس بہر وقت تقسیم اور شگفتہ رہتا۔

نعلین اور کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا کرتے۔

سوار بی کے لئے گھوڑا، اونٹ اور دراز گوش پسند فرماتے۔

چادر کے گوشہ کو پانی میں جھگو کر خود ہی گھوڑے کے جسم کو صاف

کرتے۔

آنحضرتؐ فال لینا بھی پسند کرتے تھے۔ فال لینے سے مراد ہے کہ

جب انسان کسی کام میں مشغول ہو، تو کوئی نیک کلمہ کہ جس کے سننے سے

خوشی محسوس ہو، اس کے کان میں پڑے۔

لیکن طیرہ کو برا سمجھتے تھے۔ طیرہ سے مراد کسی جانور مثلاً بلی وغیرہ کا

دائیں بائیں راستہ کاٹ کر نکلنا یا کوسے کی آواز کا بدشگون خیال کرنا۔

معمولات

جب کوئی من بھائی چیز آنحضرت کو ملتی، تو الحمد للہ ما رب العالمین فرماتے۔

جب کسی ناخوشگوار امر سے سابقہ ہوتا، تو الحمد للہ علیٰ کل حال فرماتے۔

کھانا تناول فرمانے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے۔ الحمد للہ الذی طعمنا و سقانا و اردانا و جعلنا من مسلمین۔

ہمیشہ قبلہ رو بیٹھتے اور ذکر الہی زبان پاک پر ہوتا۔ فضول باتوں سے اجتناب فرماتے۔ ایک نشست میں سو مرتبہ استغفار کہتے۔

خطبہ مختصر کرتے تھے

نماز میں طوالت پسند تھی اور نماز اس قدر خشوع و خضوع سے ادا کرتے کہ سینہ مبارک سے جوشِ رقت میں قلب کی دھڑکن باسانی سنی جا سکتی تھی۔ یہ آواز تانبے کی دیگی میں کھولتے ہوئے پانی سے مشابہ ہوتی تھی۔ دو شنبہ پنج شنبہ اور عاشورہ کے دن کے علاوہ ہر مہینے میں (رمضان شریف کو چھوڑ کر) تین دن روزہ رکھا کرتے۔ بہت کم اتفاق ہوا ہوگا کہ جمعہ کے دن آنحضرتؐ روزے سے نہ ہوں۔ رمضان شریف کے علاوہ شعبان میں بھی اکثر روزہ سے رہتے۔

یہ خواہہ آنحضرتؐ تھا کہ سوتے میں آنکھیں تو بند ہوتی تھیں، لیکن وحی کے انتظار میں دل بیدار رہتا تھا۔ سوتے میں سانس لینے کی آواز تو سنائی دیتی تھی، لیکن نوراٹا کبھی نہ بھرتے تھے۔ جب کبھی خواب میں افسندیدہ چیز دیکھتے تھے، لگتا تھا، لا شریک لہ فرماتے۔ جب بستر پر آرام فرمانے لگتے، تو رب تعالیٰ عذابک یوم تبعث عبادک کہتے۔ جب بیدار ہوتے تو الحمد للہ الذی احیانا بعد امانا و الیہ النشور فرماتے۔

آنحضرتؐ نے صدقہ کا مال کبھی نہیں کھایا۔ لیکن احباب پر یہ پیش کرتے

تو قبول فرمایا جیتے۔

صدقہ وہ ہے جو طلبِ ثواب کی نیت سے فقراء کو دیا جاتا ہے۔ لیکن
فقراء کی عظمت منظور نہیں ہوتی۔ ہدیہ دوسرے کو بلند مرتبہ اور صاحبِ عظمت
جان کر پیش کیا جاتا ہے۔

اگر کہیں سے ہدیہ کوئی پیر آتی، تو آنحضرتؐ اس ہدیہ جیسی یا اس سے بہتر
کوئی چیز اس کے بدلے میں اس شخص کو عنایت فرماتے۔

سامانِ خور و نوش کو ہتیا فرمانے میں کبھی تکلف نہ فرماتے، فاقہ اور
شدتِ جوع کے احساس کے وقت شکم پر پتھر باندھ دیتے تھے تاکہ کمزوری کا
احساس نہ ہو۔ سیم و زہر کے مقابلہ میں آنحضرتؐ نے آخرت ہی کو ترجیح دی۔
سحر کے ساتھ وہی تناہل کرتے اور فرماتے کہ وہی اولہ سحر کہہ رہا ہے
نہ اس ہے، مرغ اور مرغاب کا گوشت بھی آنحضرتؐ نے تناہل فرمایا۔

بکرے کے بازو کا گوشت اور کدہ آپ کو بہت مرغوب تھا۔
فرمایا کرتے کہ روغن زیتون کھایا کرو اور ہمیشہ اپنے بدن پر مالش کیا
کو۔ اس کے اندر بڑے مبارک خواص پوشیدہ ہیں۔

کھانا تین انگلیوں یعنی انگوٹھا اور اس کے ساتھ منہ کی دو انگلیوں سے

تناول فرماتے۔

جو کی روٹی کے ہمراہ خشک کھجور، تازہ کھجور اور خر بوزہ، کھجور اور باد رنگا
کھجور اور مکھن ملا کر بھی استعمال کیا کرتے تھے۔

شیرینی اور شہد سے بھی رغبت تھی۔

پانی بلیٹھ کر اور تین سانس لے کر نوش فرماتے۔ پیالہ میں اگر کسی قدر

پانی بلیٹھ کر اور تین سانس لے کر نوش فرماتے۔ پیالہ میں اگر کسی قدر

ایک دن دودھ پیتے وقت فرمایا کہ مشروبات کے شکرانہ میں اللہم

امرنا قنا خیراً منہ کہنا چاہئے اور جو کوئی دودھ پیئے تو اللہم باریک لنا

فیہ و نردنا منہ کہے۔ کیونکہ دودھ ایسی نعمت ہے جو خوردنی اور نوشیدنی

دونوں کا کام دیتا ہے۔

ملبوسات

آنحضرتؐ اونی کپڑے پہنتے۔ پاؤں میں پیوند کیا ہوا جوتا ہوتا۔ لباس کے سلسلہ میں کوئی تکلف نہ فرماتے۔ تمیص کو بہترین لباس سمجھتے۔ جب نیا کپڑا زیب تن کرتے، تو اللہمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا لَبَسْتَهُ وَاسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا مُنِعَ لَدَا فَرَمَاتے۔

آنحضرتؐ کو سبز رنگ سے خاص رغبت تھی۔

اگر کبھی کوئی کپڑا پاس نہ ہوتا، تو ایک چادر ہی لباس کی صورت میں اس طرح استعمال فرما لیتے کہ چادر کے دونوں سروں کو شانوں کے درمیان باندھ کر نماز ادا کر لیتے۔ دستار بھی باندھا کرتے اور دستار کا شلمہ دونوں شانوں

کے درمیان لٹکا ہوتا تھا۔

بعض روایتوں کے مطابق آپ نے سرخ دھاریوں والی مہنی چادر بھی

استعمال فرمائی ہے۔

سیدھے ہاتھ میں یا بسا اوقات بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں چاندی

کی انگشتری پہنتے تھے۔ اس پر محمد رسول اللہ منقش تھا۔

خوشبو کو بے حد پسند فرماتے اور بدبو سے نفرت کرتے۔ کئی اقسام

کی خوشبو سے رغبت تھی۔ مثلاً غالبہ جو عنبر و مشک اور کافور سے مرکب کر

کے تیار کی جاتی ہے۔ اور کبھی تنہا مشک ہی استعمال فرماتے تھے۔ خوشبو

کی غرض سے عود اور کافور کا بخور بھی لیا کرتے۔

ائمہ جو اعلیٰ قسم کا سرمہ ہے، استعمال میں لاتے تھے۔ دائیں آنکھ میں

تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار سرمہ لگاتے اور ایسا عدد و طاق کی رعایت

سے کیا کرتے۔ آنحضرتؐ کبھی کبھی روزہ کی حالت میں بھی سرمہ لگاتے تھے۔

سراور ریش مبارک میں روغن زیتون کا استعمال بہت زیادہ کرتے۔

تیل کا استعمال ہر تیسرے روز کیا کرتے تھے۔

کنگھی کرتے وقت یا جوتا پہنتے ہوئے اور وضو کے وقت، نیز ہر کام

میں دائیں جانب سے ابتدا کرتے۔

آئینہ بھی دیکھا کرتے تھے۔

سفر میں چند چیزیں مثلاً تیل کی شیشی، سرمہ دان، آئینہ، کنگھی، قینچی،

مسواک، سوئی وھاگہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

رات بھر میں تین مرتبہ مسواک کرتے۔ اول سوتے وقت، پھر تہجد کے

وقت اور تیسری مرتبہ نماز فجر کے وقت۔

خون کی صفائی کی رعایت سے بچھنے لگا کر سنگھی سے خون کھنچوایا کرتے

خوش طبعی

آنحضرتؐ گاہ گاہ خوش طبعی بھی فرماتے۔ لیکن اس میں بھی ایک خاص نکتہ ہوتی تھی۔

ایک دن کوئی شخص خدمتِ اقدس میں آیا اور آپؐ سے سواری کے لئے اونٹ مانگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہم تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کیا، وہ میرے بوجھ کا کیوں کر متحمل ہوگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ارے بھلے آدمی، اونٹ بھی اونٹنی ہی کا بچہ تو ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ کوئی عورت اپنے علیل شہر کے لئے دعا کرانے کو آئی۔ اس حضرتؐ نے فرمایا، تیرا شوہر وہی ہے نا، جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔

آنحضرتؐ کی مراد آنکھ کے ڈھیلے کی سفیدی سے تھی۔ وہ عورت سمجھی شاید پہلی
 کی سفیدی کو کہہ رہے ہیں۔ واپس گھر گئی اور شوہر کی آنکھیں بغور دیکھنے لگی۔
 اُس نے حیران ہو کر پوچھا کیا دیکھتی ہے؟ اُس نے کہا، آنحضرتؐ نے مجھے
 بتایا ہے کہ تیری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ شوہر نے کہا کہ وہ کون سا انسان
 ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی نہیں۔

ایک بوڑھی عورت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور مغفرت کی دعا
 چاہی۔ آپؐ نے فرمایا، کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی۔ وہ مضموم
 ہو کر چلی گئی۔ دربار سے نکلی ہے، تو آنحضرتؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ
 اسے بشارت دو کہ وہ بحالتِ پیری جنت میں نہ جائے گی۔ بلکہ خدا کے حکم
 سے از سر نو جوان ہو کر جنت میں بھیجی جائے گی۔

قرآنِ پاک میں بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

إِنَّا أَنشَأْنَهُمْ إِنشَاءً فَجَعَلْنَا

هُمَّ ابْكَارًا عُرْبًا أَوْ أَبَا۔

یعنی ہم مومنات کو پیدا کریں گے دوسری مرتبہ یعنی حشر کے دن اور ان کو بھیجیں گے بہشت میں جوان لڑکیوں کی مانند بنا کر

ازواجِ مہجرات

سب سے پہلے حضرت خدیجہ بنت خویلد آپ کے نکاح میں آئیں۔
ان کے بعد سودہ بنت زمعہ حرمِ نبویؐ میں آئیں۔ جب ان کی عمر زیادہ
ہو گئی، تو انہوں نے اپنی نوبت حضرت عائشہ صدیقہ کو بخش دی۔
مکہ معظمہ میں ہجرت سے دو سال قبل آنحضرتؐ نے عائشہ بنت ابوبکرؓ
سے نکاح فرمایا۔

حضرت عائشہؓ کی عمر آنحضرتؐ کے وصال کے وقت اٹھارہ سال کی
تھی۔ ان کا وصال ۷ ارب ماہ رمضان المبارک ۵۸ھ میں ہوا اور بقیع میں دفن
ہوئیں۔ آپ کے سوا آنحضرتؐ نے کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں فرمایا۔

حفصہ بنت فاروقؓ بھی آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے کسی وجہ سے حفصہؓ کو طلاق دینا چاہی۔ جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان سے رجوع کیجئے۔ کیوں کہ حفصہؓ بہت روزہ دار اور نماز گزار ہے۔ ایک اور روایت میں یہ مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے پیاس خاطر حضرت عمر فاروقؓ ان سے رجوع کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ وہ اس وقت حبشہ میں تھیں۔ آنحضرتؐ کی طرف سے شاہ نجاشی نے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے متولی عثمان بن عفان یا بقول بعض خالد بن سعید بن العاص مقرر ہوئے تھے۔

حضرت زینبؓ پہلے زید ابن الحارث کے نکاح میں تھیں۔ ان سے طلاق ہو گئی، تو ان حضرتؐ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ جویریہ بنت حارث غزوہ بنی المصطلق میں امیر ہو کر آئیں۔ بعد میں ان کا نکاح آنحضرتؐ سے ہو گیا۔

جناب صفیہؓ جو حضرت فاروقؓ کی اولاد سے تھیں۔ غزوہ خیبر میں امیر

ہوئیں۔ اُن حضرتؑ نے انہیں آزاد کیا اور نکاح فرمایا۔ اور آزاد کرنے کو اُن کا مہر ٹھہرایا۔

خالد بن ولیدؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ حضرت میمونہؓ سے بھی حضورؐ نے نکاح فرمایا۔

ام سلمہؓ اُن حضرتؑ کے آخری ازواج میں سے تھیں لیکن بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آخری نکاح آپؐ نے میمونہؓ سے کیا تھا۔

جناب خدیجہؓ کے علاوہ تمام مذکورہ ازواجِ مطہرات اُن حضرتؑ کے وصال کے بعد تک زندہ رہیں۔

حضرت صفیہؓ اور ام حبیبہؓ کے علاوہ باقی تمام ازواج کا مہر ۵۰۰ درم

تھا۔

اولاد

اُن حضرت کے ایک صاحب زادے قاسم تھے۔ انہی کے نام پر اُن
حضرت کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہے۔ دوسرے صاحب زادے عبداللہ
تھے۔ ان کو طیب و طاہر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض کا کہنا
ہے کہ طیب طاہر سے غیر تھے۔

زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا صاحب
زادیاں تھیں۔

جناب فاطمہؓ عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔

صاحب زادوں کا وصال زمانہ اسلام سے پہلے ہی ہو چکا تھا، لیکن

تمام صاحب زادیوں نے اسلام کی دولت پائی۔ یہ تمام اولاد جناب خدیجہؓ
کے لطن سے تھی۔

بعد ازاں مدینہ منورہ میں مارہ یہ قبیلہ کے لطن سے جناب ابراہیمؓ پیدا
ہوئے، لیکن صرف سترہ دن یا بقول بعض سات ماہ زندہ رہے۔
جناب فاطمہؓ کے علاوہ آنحضرتؐ کی تمام اولاد آپؐ کی حیاتِ اقدس
ہی میں وفات پا گئی۔ جناب فاطمہؓ کا وصال حضورؐ سے چھ ماہ بعد ہوا۔

جناب زینبؓ کا نکاح ابی العاص سے ہوا۔ ان کے ہاں ایک صاحب
زادہ علیؓ اور ایک صاحب زادی امامہؓ پیدا ہوئے۔ صاحب زادہ نے بچپن
ہی میں وفات پائی، لیکن امامہؓ سے جناب امیر المؤمنین حضرت علیؓ کرم اللہ
وجہہ نے حضرت فاطمہؓ زہرہؓ کے وصال کے بعد شادی کی۔ پھر حضرت علیؓ کے
وصال کے بعد یہ معیرہ بن نوفل بن حارث کے نکاح میں آئیں اور ان سے یہی
نام ایک لڑکا پیدا ہوا۔

جناب فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ جناب حسنؓ، حسینؓ، زینبؓ
زینبؓ اور ام کلثومؓ آپؐ کی اولاد تھیں۔ جناب محسنؓ کا وصال صغریٰ ہی
میں ہو گیا۔ اور جناب رقیہؓ بھی قبل بلوغ رخصت فرما گئیں۔

جناب زینبؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔ اُن کے ہاں ایک صاحب زاوہ پیدا ہوا۔ جس کا نام علیؓ تھا۔ لیکن یہ صاحب زاوہ پیدائش سے کچھ دن بعد ہی انتقال کر گیا۔

ام کلثومؓ سے امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کا نکاح ہوا۔ اور ایک لڑکا زید نامی تولد ہوا۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح عون بن جعفر سے ہوا۔ اور عون کے انتقال کے بعد عبداللہ بن جعفر کے عقد میں

آنحضرتؐ کے دوسرے قرابت دار

آنحضرتؐ کے گیارہ چچے اور چھ پھوپھیاں تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں:-
حارث۔ قثم۔ زبیر۔ حمزہ۔ عباس۔ ابوطالب۔ عبدالکعبہ۔ حجل۔ صرار۔
غیداق اور ابولہب۔ صفیہ۔ عاتکہ۔ اردی۔ ام حکیم۔ برہ۔ اُمیمہ۔
بچوں میں سے صرف حمزہؓ اور عباسؓ ایمان لائے۔
پھوپھیوں میں سے صرف جنابہ صفیہ ایمان لائیں۔

کینیز کبیں

ان کی تعداد گیارہ ہے۔

- | | |
|-------------------|-------------|
| ۱۔ سلمے | ۲۔ اُم رافع |
| ۳۔ رضوی | ۴۔ اُمیہ |
| ۵۔ اُم ضمیر | ۶۔ ماریہ |
| ۷۔ شیریں | ۸۔ اُم ایمن |
| ۹۔ میمونہ بنت سعد | ۱۰۔ خضرہ |
| ۱۱۔ خولہ | |

خدا م

گیارہ صفحے۔

- | | |
|----------------------------------|----------------------|
| ۱۔ انس بن مالک | ۲۔ ابو ذر غفاریؓ |
| ۳۔ ہند اور اسحاق (دخترانِ حارثہ) | ۴۔ سعد ابن کعبؓ سلمی |
| ۵۔ عبداللہ بن مسعودؓ | ۶۔ عقبہ بن عامرؓ |
| ۷۔ بلالؓ | ۸۔ سعدؓ |
| ۹۔ ذؤ مجہریہؓ | ۱۰۔ بکیر بن شدادؓ |
| ۱۱۔ لیبثی | |

چوکیدار

آٹھ تھے۔ سعد بن معاذ بدر کے دن خدمت میں تھے۔ غزوہ احد میں
ذکوان بن عبد قیس اور محمد بن مسلمہ انصاری تھے۔ غزوہ خندق میں زبیر جو کیدار
پر نامور تھے۔

عباد بن بشرؓ سعد بن ابی وقاصؓ ابو ایوبؓ اور بلالؓ نے وادی القری
میں پہرا دیا۔

جب یہ ارشاد باری نازل ہوا۔ وَاللّٰهُ يَفْعَلُكَ مِنَ النَّاسِ مَا يَشَاءُ
حضرت نے پہرا موقوف کر دیا۔

مقاصد

آنحضرتؐ کے ایلچی گیارہ تھے۔

عمرو بن امیہ کو اصمہ نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں بھیجا۔ اصمہ نے
آنحضرتؐ کا خط اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس کی تعظیم میں تخت سے نیچے
اتر آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ بحالتِ اسلام نو برس کے بعد آنحضرتؐ کی
حیات ہی میں اُس نے انتقال کیا۔ آنحضرتؐ نے اس خوش نصیب پر غائبانہ
نماز جنازہ پڑھی۔

ہرقل شاہِ روم کے پاس وحیہ کلہبیؓ بھیجے گئے۔ اُس نے آنحضرتؐ کی
نبوت کے بارہ میں چند سوالات کئے اور دلائل سے آنحضرتؐ کی صداقت

اس پر ثابت ہو گئی۔ اس نے اسلام قبول کرنے کا قصد کیا۔ لیکن اس کی قوم
 اڑے آئی۔ اور وہ سلطنت سے محرومی کے خیال سے ایمان نہ لایا۔
 عبداللہ بن حذافہؓ کو کسریٰ شاہ فارس کے یہاں بھیجا۔ کسریٰ نے آنحضرتؐ
 کا خط ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اُس حضرتؐ کو خبر ہوئی، تو فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ
 اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ فرمودہ پیمبرؐ پورا
 ہو کر رہا۔

طالب ابن ابی بلتعہؓ کو مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ کے پاس روانہ
 کیا گیا، وہ اسلامی عقائد سے متاثر ہوا اور اُس حضرتؐ کی خدمت میں دو
 کنیزیں مار یہ قبظیہ اور شیریں نام بھیجیں۔ ایک روایت میں ہے کہ بیس عدد
 نئی پوشاکیں اور ایک ہزار دینار کی رقم بھی نذر کی۔
 عمر بن العاصؓ کو عمان کے دو حکمرانوں جبیر اور عبداللہ کے پاس روانہ
 کیا۔ یہ دونوں بھائی دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ اور انہوں نے عمر
 بن العاصؓ کو عمان کا قاضی مقرر کر دیا۔ نیز مالِ زکوٰۃ کے وصول کرنے کی
 اجازت بھی دے دی۔ عمر بن العاصؓ اُس حضرتؐ کے وصال تک وہیں
 مقیم رہے۔

سلیط بن عمروؓ کو رئیس یمامہ ہوزة بن علی کے پاس بھیجا گیا۔ رئیس یمامہ نے فرستادہ کی عزت تو کی، لیکن اُن حضرتؑ کی خدمت میں کہلو ا بھیجا کہ میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں، مجھے امرِ خلافت میں بعض تصرفات کا اختیار دیجئے۔ اُن حضرتؑ نے منظور نہ فرمایا اور وہ مسلمان نہ ہوا۔

شام کے شہر بلقا کے حاکم کی طرف شجاع ابن وہب بھیجے گئے لیکن اس بد بخت حاکم نے اُن حضرتؑ کا دعوت نامہ اسلام پھاڑ کر پھینک دیا اور لشکر کشی کی دھمکی دی۔ لیکن شاہِ روم نے اس کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

یمن میں حادثہ حمیری کے پاس مہاجر ابن امیہؑ، ابو موسیٰ اشعریؑ اور معاذ بن جبلؑ تشریف لے گئے۔ اور بحرین کے شاہ منذر بن ساری کے پاس علاء بن الحضرمیؑ گئے۔ ان ملکوں کے بادشاہوں اور رعیت نے بے چون و چرا اسلام قبول کر لیا۔

محررین

در بارہ رسالت میں جو اصحابی منشی کے قرآن رضی انجام دیتے تھے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- | | |
|-----------------------------|---------------------------|
| ۱۔ خلفائے اربعہ رضی | ۲۔ غامر بن فہیرہ رضی |
| ۳۔ عبداللہ بن ارقم رضی | ۴۔ ابی بن کعب رضی |
| ۵۔ ثابت بن قیس بن شتماں رضی | ۶۔ خالد بن سعید رضی |
| ۷۔ جنظلہ بن ربیع رضی | ۸۔ زید بن ثابت رضی |
| ۹۔ معاویہ رضی | ۱۰۔ شمر بن جہل بن حسد رضی |

مقرَّبین خاص

ان کے نام یہ ہیں :-

- | | |
|----------------------|-------------------------|
| ۱۔ خلیفائے اربعہ رضی | ۲۔ حضرت حمزہ رضی |
| ۳۔ جعفر رضی | ۴۔ ابو ذر رضی |
| ۵۔ مقداد رضی | ۶۔ سلمان رضی |
| ۷۔ حذیفہ رضی | ۸۔ عبداللہ بن مسعود رضی |
| ۹۔ عمار رضی | ۱۰۔ بلال رضی |

عشرة مبشرة

- ١- خلفائے اربعہ رضی
- ٢- زبیر بن العوام رضی
- ٣- طلحہ بن عبید اللہ رضی
- ٤- سعید بن زید رضی
- ٥- سعد بن ابی وقاص رضی
- ٦- عبدالرحمن بن عوف رضی
- ٧- ابو عبیدة بن الجراح رضی

اموال و مواسی

- ۱۔ آنحضرتؐ کے پاس سواری کے لئے دس گھوڑے تھے۔
- ۲۔ اس گھوڑے پر اس حضرتؐ جنگ اُحد کے دن سوار تھے اس کی پیشانی، بایاں بازو، پھلی دو ٹانگیں سفید رنگ کی تھیں۔ آگے کی دو ٹانگیں ہم رنگ بدن تھی۔ اس کا جسم ہموار اور مناسب طور پر فریب تھا۔
- ۳۔ مرتجز۔ اس کا نام خوبی آواز کی وجہ سے مرتجز ہے۔
- ۴۔ لزاز۔ مقوقس شاہ مصر نے ہدیہ بھیجا تھا۔
- ۵۔ نحیفہ۔ زبیدہ نے پیش کیا تھا۔
- ۶۔ طرب۔ خروہ جذامی کا ہدیہ تھا۔

۶۔ ورو۔ تمیم دارمی نے خدمت میں نذر گزارا تھا۔
 ۷ تا ۹۔ ضریرس، حلد روح اور سبجہ۔ یہ تینوں گھوڑے بن کے تاجروں سے خرید
 کئے گئے تھے۔ اور یہ تینوں بہت کثادہ کام اور تیز رفتار تھے۔
 آن حضرتؐ کے پاس سوار می کے لئے تین خچر بھی تھے۔
 ۱۰۔ دلدل۔ یہ مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا۔ یہ پہلا خچر ہے جس پر آپؐ نے
 سواری فرمائی۔

۲۔ فضہ۔ ابو بکر صدیقؓ نے ہدیہ پیش کیا تھا۔
 ۳۔ آعلیہ۔ شاہ ایلہ نے پیش خدمت کیا۔
 سرکارِ دو عالمؐ کے پاس ایک دراز گوش بھی تھا۔
 کسی روایت میں مذکور نہیں کہ آن حضرتؐ کے پاس کوئی گائے بھی نہیں
 تھی یا نہیں لیکن بس اوسٹیاں (دو دو دینے والی) مدینہ منورہ کے قریب موضع
 غابہ میں موجود تھیں۔
 بنی عقیل کے پالتو مویشیوں میں سے سعد بن عبادہ نے ایک اونٹنی
 خدمتِ سرکار میں پیش کی۔

آن حضرتؐ ہجرت کے دن قصویٰ نام اونٹنی پر سوار تھے۔ اس اونٹنی

کو غضبناز اور جدعاء بھی کہا گیا ہے۔ نزول وحی کے وقت اس ناقہ کے سوا کسی سواری نے حضورؐ کا بوجھ برداشت نہیں کیا۔ ایک مرتبہ کسی اعرابی کے اونٹ سے اس کی دوڑ ہو گئی۔ اونٹ بڑھ گیا۔ صحابہ کرامؓ کو یہ بہت شاق گذرا۔ اُن حضرتؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امور دنیا میں کسی کو غالب نہیں کرتے جب تک کہ وہ مغلوب نہ ہو جائے۔

اُن حضرتؓ کی ملکیت میں سو عدد بکریاں بھی تھیں۔ ایک بکری آپؐ کے دودھ پینے کے لئے خاص طور پر مہیا کی گئی تھی۔ ایک سفید رنگ کا مرغ بھی اُن حضرتؓ کے پاس تھا۔

ہتھیار اور آلات

آن حضرتؑ کی ملکیت میں نو عدد شمشیریں بھی تھیں۔

ذوالفقار۔ یہ تلوار اموال بنی حجاج سے غنائم بدر میں لاختر آئی تھی ایک رات آن حضرتؑ نے خواب میں دیکھا کہ یہ تلوار ایک طرف سے شکستہ ہو رہی ہے تعبیر فرمائی کہ مسلمانوں کو ایک نہر میت اٹھانا پڑے گی۔ چنانچہ احد کے دن یہ شکستہ دیکھنی پڑی۔

تین تلواریں قلعی، تینار اور حلیف اموال بنی قینقار سے لاہے لگیں۔ ان کے علاوہ مجذوم اور رسوب نامی تلواریں بھی تھیں۔

ایک تلوار آن حضرتؑ نے اپنے والد ماجد سے ورثہ میں پائی تھی۔

غضب نامی ایک تلوار سعد بن عبادہ نے پیش کی تھی۔
 قضیب۔ یہ پہلی تلوار ہے جسے آنحضرتؐ نے پہلو سے باندھا۔
 آنحضرتؐ کے پاس چار نیزے بھی تھے۔ ایک کا نام مثنیٰ تھا۔ باقی تین
 بنی قینقار کے مالِ غنیمت سے لائے گئے تھے۔
 ایک اور چھوٹا نیزہ بھی تھا، جو عیدین کے موقع پر آنحضرتؐ کے سامنے
 رہتا تھا۔

ہاتھ بھر لہبی ایک خم دار چھڑی بھی آنحضرتؐ کے پاس تھی۔
 عمر جون نامی ایک متوسط عصا بھی تھا۔
 ایک پتلی چھڑی مشوق نامی بھی تھی۔
 چار کمانیں اور ایک ترکش بھی تھا۔
 ایک ڈھال کسی شخص نے نذر میں پیش کی۔ اس پر عقابی شکل بنی ہوئی
 تھی۔ آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور یہ تصویر معدوم
 ہو گئی۔

اس فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی تلواروں کے قبضے اور نعل چاندی کے
 بنے ہوئے تھے (تلوار کے باریک حصے کو نعل کہتے ہیں)

قبضہ اور نعل کے درمیانی حصے پر چاندی کے حلقے بنے ہوئے تھے۔
اُن حضرتؑ کے پاس سعدیہ اور فضہ نام کی دو ذرہاں تھیں اور یہ بھی
بنی قینقار کے اسلحہ میں سے لاکھ آئی تھیں۔

ایک اور ذرہ ذات الفصول کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو اُن
حضرتؑ نے جنگ حنین کے دن زیب تن فرمایا۔
کہتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کی وہ ذرہ جو قتلِ جالوت کے دن اُن کے
جسم پر تھی، اُن حضرتؑ کے پاس تھی۔

ایک آہنی خود بھی اُن حضرتؑ کے پاس تھا۔ اس کا نام ذوالسبوع

ہے۔

اُن حضرتؑ کے پاس چمڑے کا ایک کھربند تھا جس پر چاندی کے تین
حلقے بنے ہوئے تھے۔

اُن حضرتؑ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔

تذکرہ

وصال کے بعد اُن حضرتؑ نے یہ چیزیں چھوڑیں۔
دو مینی چادریں، ایک یمانی آزار بند، دو عدد صحاری کپڑے، ایک
صحاری اور ایک سحولی قمیص، ایک مینی جبّہ، ایک منقش چادر، تین یا چار عدد
چھوٹی دیوار والی ٹوپیاں، ایک رنگ دار لحاف۔
اُن حضرتؑ کے پاس ایک چمڑے کا تختیلا بھی تھا جس میں آئینہ، کنگھی،
سُرمہ دان، قینچی اور مسواک رکھا کرتے تھے۔
سرور دو عالمؐ کا بچھونا چمڑے کا تھا۔ اس میں روئی کی جگہ کھجور کے
پتے بھرے ہوئے تھے۔

آن حضرتؑ کے پاس ایک پیالہ تھا، جس پر مضبوطی کے لئے تین جگہ چاندی کے پترے لگے ہوئے تھے۔ کانسٹی کا ایک برتن حنا وغیرہ کے استعمال کے لئے تھا۔ جب حضورؐ اپنے سر مبارک میں حرارت کا اثر محسوس کرتے، تو حنا استعمال فرماتے۔

آپ کے پاس بلور کا ایک پیالہ، ایک ڈول غسل کے لئے، ایک اوڑھ بڑا پیالہ اور ایک پتھر کا برتن بھی تھا۔
 صدقہ فطر پانچ روپے کے لئے ایک پیالہ بھی تھا۔ اس پیالہ کا وزن ۵۸ ۱/۲ تولا تھا۔

چاندی کی انگشتری بھی آن حضرتؑ کے پاس تھی۔ اس میں نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ اور اس پر محمد رسول اللہؐ کندہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ انگشتری بوسے کی تھی اور نگینے کو چاندی کے ٹانکے سے جوڑا گیا تھا۔

شاہ نجاشی نے دو جوڑے موزے آن حضرتؑ کی خدمت پاک میں ہدیہ بھیجے اور آپ نے انہیں استعمال فرمایا۔

آن حضرتؑ کے کبیل اور عامہ (جس کو صحاب کہا جاتا ہے) کا رنگ سیاہ تھا۔

عام استعمال کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے محفوظ کے پاس ایسے بھی
تھے جنہیں خاص طور پر جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے۔
ایک دو مال بھی تھا جس کو وضو کے بعد استعمال کرتے تھے۔

مُعْجَزَاتِ نَبَوِيٍّ

اُن حضرتؑ کا بلند ترین معجزہ قرآن مجید ہے۔ اس کی بزرگی اس دعویٰ سے عیاں ہے کہ فاتو بسویٰ زمین مثلیم کے باوجود آج تک کوئی ایک سوا تو کیا، ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکا۔

اُن حضرتؑ نے اُمدہ اور گذشتہ سے متعلق واقعات کی خبر دی۔
شیخ صدر بھی اُن حضرتؑ کا ایک معجزہ ہے کہ بچپن میں اُن حضرتؑ کا سینہ اقدس شکاف دے کر ایمان و علم سے بھر دیا گیا تھا۔

اُن حضرتؑ نے جب قصداً سری اور بیت المقدس جانے کا واقعہ بیان فرمایا، تو کفار نے اُس کو جھٹلایا اور اُن حضرتؑ سے بیت المقدس کے بارہ

میں نشانیاں طلب کیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ پر منکشف فرمایا
قوم نے جو کچھ پوچھا، حضورؐ نے اُس کا جواب دیا۔

شق القمر بھی معجزاتِ نبویؐ میں سے ہے۔

ایک مرتبہ قریش نے اُن حضرتؐ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ جب
آپؐ سے سامنا ہوا، تو سب منصوبہ بازوں کی نظریں زمین پر گر گئیں حضورؐ
ان کے قریب تشریف لے گئے اور ایک مٹھی خاک اُن کے چہروں پر پھینکی
اتفاق سے جس کسی کو کوئی لٹکر جا کر لگا، وہ جنگِ بدر میں ہلاک ہوا۔

جنگِ حنین کے موقع پر بھی حضورؐ نے ایک مشتِ خاک کفار کی طرف
پھینکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو مغلوب کر دیا تھا۔

ہجرت کے دن جب اُن حضرتؐ غار میں چھپے، تو مکرمی نے غار کے
مٹہ پر جال اتن دیا۔ تعاقب کرنے والوں نے خیال کیا کہ غار میں کوئی نہیں۔
جب سراقہ ابن مالک نے تعاقب کیا، تو اُس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین
میں دھنس گئیں۔

اُن حضرتؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ
اُن کے سبب سے اسلام کو عزت بخشے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ اُن حضرت نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اُن کی آنکھوں کو گرمی اور دکھنے دونوں سے بچائے۔ اور اپنا لعابِ دہن بھی اُن کی آنکھوں میں لگایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اسی وقت اچھی ہو گئیں اور پھر کبھی کوئی تکلیف اُنکھوں میں نہیں ہوئی۔

کسی زخم کی وجہ سے قتادہ بن النعمان کی آنکھ باہر نکل گئی۔ اُن حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے اس کو اپنے مقام میں رکھ دیا۔ یہ آنکھ اُس کی دوسری آنکھ کی بہ نسبت زیادہ روشن اور خوبصورت ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں تفسیرِ کلامِ پاک اور دین میں عطائے فہم کی دُعا فرمائی۔ اور انہیں یہ نعمتیں مل گئیں۔

جابر رضی اللہ عنہ کے لئے کھجوروں کی فصل میں برکت کی دُعا فرمائی۔ چنانچہ اُن کے پاس غریبوں کا حق ادا کرنے کے بعد تقریباً ۸۰ بار شکر کھجوریں بیج رہیں۔ نیز جابر رضی اللہ عنہ کا ایک اونٹ بہت سست رفتار تھا۔ اُن حضرت کی دُعا سے سفر میں سب پر سبقت لے جانے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں درازی عمر، کثرتِ مال اور اولاد کی دُعا کی اور انہیں یہ تمام باتیں حاصل ہو گئیں۔

ایک مرتبہ بارش کے لئے جمعہ کے خطبہ میں دعائی فرمائی۔ آسمان پر ابر کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود منیہ برسنا شروع ہوا اور ایک ہفتہ تک برستار ہا۔ اگلے جمعہ کو پھر دعا کہی، تو کہیں جا کر بارش بند ہوئی۔

آن حضرت نے عقبہ بن ابی لہب کی ہلاکت کے لئے بددعا کی اور اُسے ایک شیر نے پھاڑ گھایا۔

آپ نے ایک اعرابی کو اسلام کی دعوت دی۔ اُس نے صداقتِ اسلام پر گواہ مانگا۔ آنحضرت نے فرمایا، ہاں وہ درخت جو سامنے کھڑا ہے، گواہی دے گا۔ درخت کی طرف حضور نے دیکھا اور وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہوا آگیا اور تین مرتبہ صداقتِ اسلام پر گواہی دے کر اپنے مقام کی سمت لوٹ گیا۔

کسی جگہ آنحضرت کو خواب تھے۔ ایک درخت دُور سے زمین کو چیرتا ہوا آپ کے قریب آیا۔ آپ بیدار ہوئے، تو صحابہ کرام نے واقعہ عرض کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس درخت نے پروردگارِ عالم سے اجازت چاہی تھی کہ ہم پر سلام کہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اُسے دی تھی۔

بعثت کی رات درختوں اور پتھروں کا سرورِ کائنات کے حضور میں

السلام علیک یا رسول اللہ کہنا بھی مذکور ہے۔

آن حضرتؑ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسا پختہ موجود ہے جو بعثت سے قبل ہم پر سلام کہا کرتا تھا۔

ایک اونٹ آن حضرتؑ کی خدمت میں آیا اور زبان گویا سے اپنے مالک کی شکایت کی کہ اُسے گھاس کم دیتے ہیں اور کام زیادہ لیتے ہیں۔

ایک مہر نے سرکارِ دو جہاں کی خدمت میں عرض کیا کہ اُسے اپنے دو بچوں کو دودھ پلانے کی اجازت بخشی جائے۔ آن حضرتؑ نے اُسے دیا۔

جنگِ بدر کے دن آن حضرتؑ نے پیش گوئی فرمائی کہ فلاں کافر اس جگہ اور فلاں اُس جگہ مرے گا۔ اور جس کافر کے لئے جو جگہ متعین فرمائی تھی، وہ اسی مقام پر کھیت رہا۔

آن حضرتؑ نے فرمایا کہ میری امت سے ایک جماعت دریا میں کفار سے جنگ آزما ہوگی اور اُم حرام ان میں موجود ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا کہ ان کو ایک بلائے شدید کا سامنا ہوگا۔ چنانچہ ان کی شہادت کی صورت میں یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔

انصارؓ سے فرمایا کہ ہمارے بعد دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔
یہ صورت معاویہؓ کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔

حضرت حسنؓ کے حقیقی میں فرمایا کہ میرا یہ فرزند سردار قوم ہوگا۔ اور نزدیک
ہے کہ خدائے عزوجل ان کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں
صلح کرادے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اُن حضرت نے اسود عسی کذاب کے قتل کے متعلق فرمایا کہ آج رات
وہ مین کے شہر صنعا میں قتل کیا جائے گا اور فلاں شخص اس کا قاتل ہے۔

ثابت بن قیس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زندگانی عیش سے گزارے
گا اور مرنے پر شہادت کا مرتبہ عظیم پائے گا۔ چنانچہ وہ جنگ یمانہ میں شہید
ہوئے۔

ایک شخص مرتد ہو کر مشرکوں سے جا ملا۔ جب اُن حضرتؓ کو اس کی
موت کی خبر پہنچی، تو فرمایا کہ زمین اسے ہرگز قبول نہ کرے گی۔ چنانچہ جتنی بار
اُسے دفن کرتے تھے، قبر ہا ہر پھینک دیتی تھی۔

ایک شخص بائیس ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ اُن حضرتؓ نے پوچھا کہ دایں
ہاتھ سے کیوں نہیں کھاتے۔ اس نے دایں ہاتھ کے معذور ہونے کا بھوٹ

بہانہ کیا۔ اُن حضرت نے فرمایا کہ خدا کرے تیرے دہنے ہاتھ میں توانائی نہ رہے
چنانچہ اس ہاتھ کی قوت بالکل سلب ہو گئی۔

فتح مکہ کے دن اُن حضرتؑ مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ کعبۃ اللہ کے
ارد گرد بت رکھے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چابک تھا۔ زبان مبارک سے
جار الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا فرما کر چابک سے اشارہ
کرتے جاتے اور بت اوندھے ہوتے جاتے تھے۔

مازن بن عمرو کا واقعہ بھی یہاں قابلِ تحریر ہے۔ اس نے ایک بت کے
ڈھانچے سے یہ اشعار سُنئے۔

يا مازن اسمع تسير	ظہر خیرا و لطن شر
بعث نبی من مضر	بدین اللہ الا کبر
فداء نحتا من حجر	تسلم من حر سقر

چنانچہ مازن اسلام لے آئے۔

سواد بن قارب دورِ جہالت میں کاہن تھے۔ جن وغیرہ انہیں مستقبل کی
خبریں بتایا کرتے۔ ایک جن مسلسل اُن حضرتؑ کی بعثت کی خبر دیتا رہا۔ اور آپ
کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کی تلقین کرتا رہا۔ سواد نے خبر کے بموجب

اسلام قبول کر لیا تھا۔

ایک صارع جو سے اُن حضرتؑ نے غزوہ خندق میں تقریباً ایک ہزار نفوس کے کھانے کا انتظام فرما دیا۔ تمام سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے کہیں زیادہ مفاد میں بچ بھی گیا۔

ایک مرتبہ سامانِ رسد ختم ہو رہا تھا۔ اُن حضرتؑ نے شکر والوں سے بقیہ توثنہ کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور برکت کی دعا فرمائی۔ بعد ازاں اس کو تقسیم فرمایا، جو تمام شکر کے لئے کافی ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ اُن حضرتؑ کی خدمتِ اقدس میں مسطحی بھر کھجوریں لے کر آئے۔ اور ان میں برکت کی دعا کرنے کو کہا۔ حضورؐ نے دعا ہی۔ ابو ہریرہؓ عرض کرتے ہیں کہ میں نے ان کھجوروں کو نہ بیل میں رکھ دیا اور بعد ضرورت نکالتا رہا۔ کئی وقت اس میں سے خیرات بھی کی، لیکن کھجوریں کم نہ ہوئیں ایک عرصہ تک یہ کیفیت رہی۔ حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ برکت جاتی رہی۔

اُن حضرتؑ نے ایک پیالہ خرید سے اہل صفہؓ کی دعوت فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا کہنا ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت اہل

صفحہ طعام سے فارغ ہو چکے تھے اور پیالہ میں کناروں پر لگے ہوئے ٹرید کے
 سوا کچھ موجود نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے اسی کو اپنی مبارک انگلیوں سے جمع فرمایا،
 اور مجھے عنایت فرماتے ہوئے کہا کہ کافی ہے نام اللہ کی برکت۔ اس کو کھالے
 حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں ایک ہی لقمہ سے سیر ہو گیا۔
 ایک مقام پر فقدانِ آب کے وقت آنحضرتؐ کی انگلیوں سے پانی
 جاری ہوا۔ اس پانی کو ایک ہزار چار سو صحابہ کرامؓ نے پیا اور وضو کیا۔
 آنحضرتؐ کی خدمتِ بابرکت میں صحابہ کرامؓ ایک پیالہ لائے۔ اس میں
 تھوڑا سا پانی تھا۔ پیالہ کا حجم بھی کچھ بڑا نہ تھا۔ آپؐ نے اپنی چار انگلیاں اس
 میں ڈبو دیں۔ پھر فرمایا، اے مسلمانو! آؤ چٹانچ پانی اس قدر ہو گیا کہ تقریباً
 ستر یا اسی صحابہؓ نے اس سے وضو کیا۔۔۔۔۔ غزوة تبوک میں ایک مقام
 پر تھوڑا سا پانی نظر آیا۔ اس سے ایک آدمی بھی بہ مشکل سیر ہو سکتا تھا اور
 شکر تمام پیا سا تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر کا لہا اور حکم فرمایا
 کہ اس کو مقامِ آب میں گاڑ دیا جائے۔ پانی جوش کھا کر ابلے اور شکر کے تیس ہزار
 مجاہدوں نے اسے پیا۔۔۔۔۔ ایک قبیلہ کے چند آدمی مانع ہوئے اور
 کہا کہ ہمارے کنوئیں کا پانی نکلیں ہے۔ آنحضرتؐ ایک جماعت صحابہؓ کی لے

کہ وہاں پہنچے اور کنوئیں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ اس دن کے بعد کنوئیں سے
 آبِ شیریں جاری ہو گیا اور مقدار بھی اتنی زیادہ ہو گئی کہ جس قدر نکالتے تھے،
 کم نہ ہوتا تھا۔۔۔ ایک عورت اپنے لڑکے کو دربارہ رسالت میں لائی بڑھکا
 سر سے گنجا تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنا دستِ شفقت اس کے سر پر پھیرا اور وہ
 تندرست ہو گیا۔ اہل یمانہ نے اس واقعہ کو سنا۔ اسی نوح سے ایک عورت
 اپنے تندرست لڑکے کو مسیلمہ کذاب کے پاس لے گئی۔ مسیلمہ نے اپنا ہاتھ لڑکے
 کے سر پر پھیرا اور وہ گنجا ہو گیا۔ اور یہ مرض اس کی نسل میں بھی باقی رہا۔
 جنگِ بدر کے دن عکاشہؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے ایک معمولی
 لکڑی کی جڑ اس کو عنایت فرمائی، جو تلوار کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ یہ تلوار
 حضرت عکاشہؓ کے پاس مدتِ العمر رہی۔۔۔ جنگِ خندق کے موقع پر ایک
 سخت پتھر سے سامنا ہوا۔ صحابہ کرامؓ نہر حنظلہ سے اُسے توڑتے تھے، پر وہ ٹوٹتا
 نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اس پر کدال مارا اور وہ ریت
 کی مانند اڑ گیا۔۔۔ ابی رافع کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ
 اس پر پھیرا، پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا، جیسے کبھی کوئی خرابی اس میں واقع
 ہوتی ہی نہ تھی۔۔۔ معجزاتِ نبویؐ کا بیان ایک مبسوط کتاب کے حجم سے بھی
 کہیں زیادہ ہے۔ لہذا ہم یہاں مذکورہ معجزات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

وصالِ مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ برس کی عمر میں دو شنبہ کے دن ربیع الاول
کی بارہویں تاریخ کو چاشت کے وقت انتقال فرمایا۔ کل چودہ روز بیمار رہے
چہار شنبہ کی رات کو مدفون ہوئے۔

جب نزع کا وقت قریب آیا، تو حضورؐ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک
پیالہ پڑا تھا۔ اس میں اپنا دست مبارک کر کے اپنے چہرہ اقدس پر مسح کرتے
اور فرماتے جاتے اللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰی سُّكْرَاتِ الْمَوْتِ۔ اے اللہ! تکالیفِ
مرگ میں میری اعانت فرما۔

جب وصال ہو چکا، تو جسیم اطہر کو مینہ چادروں سے ڈھانپ دیا گیا۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ یہ چادریں فرشتوں نے اُن حضرت پر ڈالی تھیں
 ایسے اندوہ لگیں اور قیامت بدوش صدمے کے وقت بعض صحابہؓ نے
 شدتِ الم کی وجہ سے اُن حضرت کے وصال کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔
 حضرت عمرؓ خصوصیت سے وصال کا یقین ہی نہ کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ تو بالکل ہی گنگ ہو گئے۔

حضرت علیؓ جہاں بیٹھے تھے، بیٹھے رہ گئے۔

اس دن صحابہ کرامؓ میں حضرت عباسؓ اور ابو بکرؓ سا مضبوط دل کوئی

نہ تھا۔

حجرہ اقدس سے یہ آواز سن پڑی (کہنے والا دکھائی نہ دیا) کہ اُن حضرتؓ
 ظاہر و مظهر ہیں، آپ کو غسل نہ دیا جائے۔ اس آواز کے فوراً بعد ایک اور آواز
 سنائی دی کہ اُن حضرتؓ کو غسل ضرور دیا جائے۔ دوسری آواز کے ساتھ ہی
 یہ کلمات بھی سنائی دیئے کہ میں خضر ہوں اور پہلی آواز شیطان کی تھی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ سے حضورؐ کی تعزیت ان الفاظ

میں کی:-

فی اللہ عنہ من کل مصیبة
 اللہ تعالیٰ کے پاس ہر مصیبت

خَلْفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَمًا كَأَنَّ
 مِنْ كُلِّ قَاتِلَةٍ فَبِاللَّهِ فَتَقُوا
 وَالْيَهُ فَا رَجَعُوا فَإِنَّ الْمَصَابَ
 هُنَّ حُرْمٌ التَّوَابِ ط

کا دوا ہے۔ ہر مرنے والے کا
 عوض بھی ہے۔ پس خدا پر اعتماد
 رکھو اور اسی کی طرف رجوع کرو
 حقیقت میں مصیبت زدہ وہ

ہے، جو مصیبت کے ثواب سے محروم رہے۔

صحابہ کرامؓ میں غسل دینے کے وقت اختلاف ہوا کہ حضورؐ کو کپڑوں سمیت
 غسل دیا جائے یا ان کو نکال دیا جائے۔ لیکن ان کو اس موقع پر خواب کا
 غلبہ ہو گیا۔ اور کسی کہنے والے نے خواب میں ان سے کہا کہ آں حضرتؐ کو لباس
 اظہر ہی میں غسل دیا جائے۔ صحابہ کرامؓ بیدار ہوئے اور غیبی اشارے کے
 مطابق عمل کیا۔

غسل دینے والوں میں حضرت علیؓ اور عباسؓ اور ان کے دو بیٹے فضلؓ
 اور قثمؓ تھے۔ ان کے علاوہ آں حضرتؐ کے دو غلام سقرانؓ اور اسامہؓ بھی تھے
 اس وقت اس انصاریؓ بھی وہیں موجود تھے۔

آن حضرتؐ کی تکفین سفید رنگ کی تین مینی چادروں میں کی گئی۔ ان
 چادروں کو والٹے دو جہاں کے جسم اقداس پر پٹیا گیا۔ یہ چادریں نہ تو سی گئیں

اور نہ ہی کھنی اور عامہ بنایا گیا۔

اُن حضرتؑ کی نماز جنازہ تمام صحابیوں نے فرداً فرداً پڑھی۔ اور کسی نے بھی امامت نہ کرائی۔

قبر اقدس میں شقرانؑ نے قطفہ سُرخ جسے اُن حضرتؑ اپنی زندگی میں پہنا کرتے تھے، بچھائی۔ لحد مبارک بند کی گئی اور مضبوطی کی غرض سے اس پر نو عدد کچی انیسیں لگائی گئیں۔

قبر اقدس کے اندرونی حصہ کے لحد بنانے یا شق کرنے پر صحابہ کرام میں اختلاف ہوا۔ کوئی بغلی بنانے کا حامی تھا اور کوئی شق کی صورت دینا چاہتا تھا۔ قرار پایا کہ سب لوگ و ماں سے چلے جائیں اور پھر جو شخص پہلا پہلے پہنچے جیسا چاہے کرے۔ چنانچہ بغلی کھودنے والا پہلے پہنچا۔ یہ کچھ جناب عائشہؓ کے حجرہ میں ہوا۔

اُن حضرتؑ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی وہیں مدفون ہوئے۔

۵۵ البنت نبوی گانہ فیضانہ

مظاہر میں گرام صحت خانیہ و سہ
کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام
اور نور سے لوگ اپنے مقصدات
و تقاضات میں فرمائے اور جنہ
کی کا فیضانہ حاصل فرمائے۔ اس کتاب
میں چندہ چندہ عنوانات کے تحت
کہہ دیتا ہے۔ فیضانہ صحت
کے گئے ہیں۔

صحت خانیہ روئے

بنت نبوی گانہ

۵۵ البتہ نبیوں کے فیصلے

مشاور میں کرنا ضروری ہے۔
کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام
اور انور کے لوگ اپنے مقاصد
و تفرقات میں فرماتے اور جن
کی فیصلہ جابر فرماتے۔ اس کتاب
میں چندہ چندہ عنوانات کے تحت
کہہ دیتا ہے۔ فیصلہ جابر سے
کئے گئے ہیں۔

بیت جابر روئے

بیت جابر روئے